انصر عباس

اسکالر،پی ایچ۔ ڈی اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی،اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی،لاہور

ملی نغمہ نگاری: سانحۂ پشاور کے پس منظر میں

Ansar Abbas

Ph.D Research scholar Federal Urdu university, Islamabad

Prof Dr. Muhammad Fakhar ul haq Noori

Oriental College Punjab University, Lahore

The National Songs in the Background of Peshawar Incident

The incident of Peshawar is the symbol of barbarity not only at national level but also at international level, for which elimination will be needed many centuries. This incident re-visualized the martyrs of Karbala. The poets gave the exact depiction and description to the emotions attached with this incident in a beautiful poetic manner through the genre of national song. These songs created the courage in our nation to overcome the brutality of terrorists. National songs are not only the source of poetic legacy but these are also the medium of depiction of our national emotions which has no substitute.

Keywords: *Incident, Symbol, Elimination, Emotions, Poetic.*

ملی نغمہ اردو ادب کی ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس کو بلاشبہ قومی امنگوں کی ترجمانی کا شرف حاصل ہے۔ پاکستانی قوم پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو پوری قوم یک جان نظر آئی۔ جہاں پوری قوم صفیں باندھ کر دشمن سے مقابلے کے لیے کھڑی ہو گئی وہیں ہمارے ملی نغمہ نگاروں نے ایسے شاہکار ملی نغمے تخلیق کیے کہ قوم کا عزم و حوصلہ بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اردو شعر و ادب کی اِس مقبول صنف کا ایک ضخیم سرمایہ بھی قوم کی امانت بنا۔یہی وجہ ہے کہ تحریک پاکستان سے قیام پاکستان تک اور تحریک آزادیِ کشمیر سے سانحۂ پشاور تک اردو ادب میں ملی نغموں کی ایک مستحکم اور لازوال روایت موجود ہے۔

عالمی تناظر پر روشنی ڈالی جائے تو بیسویں صدی دو عظیم عالمی جنگوں کے ساتھ کئی ممالک کی آزادی کا سورج بھی اپنے ساتھ لائی۔ اس صدی کے اختتام پر امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور کی شکل میں سامنے آیا۔ دنیا میں اجارہ داری کی خواہش ہمیشہ سے مقتدر قوتوں کا خاصہ رہی ہے۔ بالخصوص سیاسی اور فوجی طور پر کمزور علاقے ان قوتوں کا نشانہ بنتے آئے ہیں۔ افغانستان کا علاقہ پہلے ہی جنگ سے تباہ حال تھا اور گزشتہ طویل عرصے سے مضبوط سیاسی طاقت سے محروم بھی۔ مزید بر آں افغان روس جنگ نے علاقے کی زبوں حالی میں اہم کردار ادا کیا تھا جس میں امریکہ بالواسطہ ملوث رہا تھا۔ خود غرضی امریکی خاصیت ہے اور اپنا مفاد ختم ہونے کے بعد یہ اپنے دوستوں کے لیے بھی خطرہ بن جاتا ہے یعنی اس کی دوستی اور دشمنی دونوں خطرناک ہیں لہٰذا جب اسلام پسند عناصر سے اس کا کوئی مفاد نہ رہا تو اس نے اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے ان کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا جس کی ابتدا، ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ سے ہوئی۔ یہ مشہور واقعہ جس کو ۱۱/۹ کا نام دیا گیا ہے، بقول ونگ کمانڈر محمد نواز عاصم "ایک طے شدہ منصوبہ تھا جس میں ہزاروں معصوم لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے"[1] یہ منصوبہ تمام دنیا بالخصوص اسلامی ممالک کے لیے دہشت گردی کی بھرپور لہر لے کر آیا جس کی وجہ سے لاکھوں افراد لقمہ اجل بن گئے اور دہشت گردی سے متاثرہ علاقے سیاسی اور معاشی زبوں حالی کا شکار ہو گئے۔

۱۱/۹ کا واقعہ چار طیاروں کا بیک وقت اغوا تھا۔ ان چار جہازوں میں سے دو جہاز یکے بعد دیگرے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت سے ٹکرائے جبکہ تیسرا جہاز امریکی وزارت دفاع کی عمارت پینٹاگون کے قریب گرا اور چوتھا جہاز کسی بھی جگہ کو ہدف بنائے بغیر پنسلوانیا میں گر کر تباہ ہو گیا۔ ان جہازوں کے گرنے سے جہازوں میں سوار مسافروں کے علاوہ، کئی علاقے بھی شدید تباہی اور بربادی کا شکار ہوئے، لوگ گھبراہٹ اور بھگدڑ سے پریشان ہو کر زخمی ہوئے۔ عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا۔ ان جہازوں کا اغوا ہونا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرانا خود اپنی جگہ پر ایک معمہ ہے اور عجیب کہانی کو جنم دیتا ہے۔

۱۱/۹ کے واقعہ کی تمام ذمہ داری اسامہ بن لادن اور طالبان پر ڈال دی گئی لیکن یہ بات ابھی تک تحقیق طلب ہے کہ ۱۱/۹ کے واقعہ کے پیچھے اسامہ بن لادن کی سوچ کارفرما تھی یا یہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور اسلامی ممالک پر چڑھائی کرنے کی ایک سازش تھی۔ بیشتر حقائق اسے امریکی سازش ثابت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مرتضیٰ انجم کا یہ اقتباس اس واقعہ کے بارے میں امریکی سازش ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

> "ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں چار ہزار سے زائد یہودی کام کرتے تھے لیکن اس مرکز کی تباہی سے ایک بھی یہودی ہلاک نہیں ہوا۔ دراصل گیارہ ستمبر کو یہودی ملازمین میں سے کوئی بھی

ڈیوٹی پر حاضر نہیں تھا، کیونکہ یہودیوں کو اسرائیل انٹیلی جنس ایجنسی "شبک" کے ذریعے دہشت گردی کا قبل از وقت علم ہو گیا تھا۔" (۲)

یہ بات انتہائی حیران کن ہے کہ دہشت گردی کی اطلاع صرف یہودی ملازمین کو تھی اور دیگر کسی ملازم کو نہ تھی۔ امریکہ نے جواز پیدا کرنے کے بعد طالبان کو ختم کرنے کے لیے ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے بارے قاسم یعقوب لکھتے ہیں کہ " ۳۰۰ ایف ۱۶ اور ایف ۱۵ لڑاکا طیارے ۳۵۰۰۰ ہزار ریزرو فوجی سعودی عرب، بحرین، خلیج فارس اور دوسری جگہوں سے بحری بیڑوں کی طرف روانہ کر دیے گئے۔ گائیڈڈ میزائل سے لیس یہ طیارے افغانستان کے شہروں پر بم برسانے لگے۔" (۳) ان امریکی طیاروں میں امریکیوں کا جدید ترین لڑاکا طیارہ ۵۸ ٹوبی بھی شامل تھا جس نے کیمیائی مواد اور بارود کی بارش سے افغانستان کے شہروں جلال آباد، قندوز، کابل، ہرات، قندھار وغیرہ کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیے۔

افغان امریکہ جنگ میں پاکستان نے امریکہ سے تعاون کیا۔ پاکستانی صدر پرویز مشرف نے پاکستانی عوام کی مرضی کے خلاف امریکہ کی ہاں میں ہاں ملادی اور پاکستان ایک دفعہ پھر سے قیادت کے فیصلوں کا مجرم ٹھہرا اور امریکی جنگ میں ملوث ہو گیا۔ ونگ کمانڈر محمد نواز عاصم پاکستانی صدر پرویز مشرف کے اس فیصلے کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "سال ۲۰۰۱ء میں پاکستان ایک ایٹمی طاقت تھا۔ مصنف کی طرح ہر غیرت مند پاکستانی اس صدمے میں تھا کہ آخر مشرف بش انتظامیہ کا اتنا فرمانبردار کیوں بنا۔" (۴) کیونکہ اس سے پہلے افغانستان روس جنگ میں بھی پاکستان کی سرزمین روس کے خلاف استعمال ہوتی رہی۔ افغانستان میں خراب حالات کی وجہ سے افغانیوں کی کثیر تعداد نے پاکستان میں پناہ حاصل کی۔ بالخصوص روس افغان جنگ کے دوران طالبان کو اسلحہ اور دیگر جنگی سامان پاکستان کے ذریعے فراہم کیا جاتا رہا۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں بارود کی فیکٹریاں لگائی گئیں، مقامی سطح پر گوریلا کاروائیوں کے لیے ساز و سامان تیار کیا جاتا رہا جس کی وجہ سے مقامی لوگوں کے پاس اسلحہ، بارود تیار کرنے کی صلاحیت اور تربیت آ گئی۔

افغانستان کے ساتھ طویل حد بندی کی وجہ سے پاکستان کے لیے افغانستان کے حالات سے محفوظ رہنا ہرگز ممکن نہ تھا یہی وجہ تھی کہ افغان امریکہ جنگ کے ساتھ پاکستان میں بھی دہشت گردی کی شدید لہر پھوٹ پڑی۔ قبائلی علاقہ جات جو شمال کی سمت پاکستان کو مضبوط دفاع فراہم کر رہے تھے، دہشت گردوں کے لیے مضبوط اور محفوظ پناہ گاہوں کا روپ دھار گئے جس سے عوام میں چھپے دشمن کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ پاکستانی قوم جس نے ہر محاذ پر بیرونی دشمن کا سامنا کیا تھا، اس کے لیے اندرونی محاذ پر اپنے درمیان چھپے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا کٹھن ہو گیا اور پاکستان کی تاریخ کے کئی ایسے دردانگیز واقعات رونما ہوئے جن کا تصور بھی روئے زمین پر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

۱۶ دسمبر کا دن پاکستان کی تاریخ میں کوئی نیک شگون لے کر نہیں آیا بلکہ اس تاریخ نے پاکستانی قوم کو دو بڑے سانحات سے دوچار کیا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان دولخت ہوا اور مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا اور پھر اس سانحے کے ۴۳ سال بعد ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کی صبح اسلام اور پاکستان کے دشمنوں نے معصوم بچوں کا خون بہا دیا۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کی صبح پاکستان کی محافظ افواج کے لباس میں ملبوس دہشت گردوں نے وارسک روڈ پر واقع آرمی پبلک سکول میں داخل ہو کر معصوم بچوں پر گولیوں کی بارش کر دی۔ ۱۴۴ معصوم بچوں، اساتذہ اور کالج پرنسپل سمیت ۱۵۰ سے زائد افراد دہشت گردوں کی بربریت کا شکار ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ چھ سے سات گھنٹے تک دہشت گردوں اور حفاظتی اہلکاروں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا اور سکیورٹی اداروں کی طرف سے گھیرا تنگ ہونے پر دہشت گردوں نے خود کو خود کش بارود سے اڑا لیا۔ اس واقعے کی ذمہ داری طالبان نے قبول کی جبکہ حملے کی تمام تر منصوبہ بندی افغانستان میں ہوئی۔ آرمی پبلک سکول میں معصوم بچوں کے قتلِ عام کا مقصد افواجِ پاکستان کو طالبان کے خلاف کاروائیوں سے روکنا تھا۔ دہشت گردوں نے مذہب، انسانیت اور جنگی اصولوں کی تمام حدود کو پامال کرتے ہوئے ظلم و بربریت کی ایسی مثال قائم کی جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

۲۰۰۹ء سے لے کر ۲۰۱۴ء تک پاکستان پر ایسا کڑا وقت گزرا ہے جس میں پشاور اور اسلام آباد سمیت پاکستان کے کئی شہر دہشت گردوں کے نشانے پر تھے۔ کوئی صبح شام ایسی نہ تھی جب کسی گھر سے جنازہ نہ اٹھا ہو لیکن سانحۂ پشاور اپنی شدت کے لحاظ سے تمام واقعات پر بھاری پڑا، ملک کا ہر فرد سوگوار تھا اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔ اس صورتِ حال میں معروف شعرا کے ساتھ ساتھ غیر معروف شعرا نے بھی اپنے جذبات کا بھرپور اظہار کیا۔

سانحۂ پشاور کے حوالے سے پاکستان بھر کے اخبارات و رسائل میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی جانب سے اظہارِ مذمت کے ساتھ ساتھ متاثرین سے مکمل دِلی وابستگی ظاہر کی گئی لیکن مسلح افواج کے "ماہنامہ ہلال" کی ادبی تخلیقات سانحۂ پشاور کی عملی تفسیر ثابت ہوئیں۔ عطیہ خالد کی نظم "بیٹے کی یاد میں" سانحہ پشاور میں شہید ہونے والے بچے کی ماں کے جذبات ہیں۔ عطیہ خالد کے شوہر میجر خالد بھی شہادت کے رتبے پر فائز ہو چکے ہیں۔

دیکھ کے خالی بچپن کا وہ جھولا تیرا
چھو کے ہر ایک ایک کھلونا تیرا
گرنا وہ اٹھا کے پہلے قدم کا تیرا
ماں کہ کر پکارنا وہ ہر دم تیرا
انجینئر بن کے خدمت کرنے کا عزم تیرا
مگر چھوڑ کے یوں چلے جانا بزم تیرا

لمحہ لمحہ وہ دن یاد کرتی ہے
تو کہیں سے آجائے فریاد کرتی ہے
ماں تجھے یاد کرتی ہے
ماں تجھے یاد کرتی ہے (۵)

سانحۂ پشاور میں شہید ہونے والے بچوں کی ساری مائیں شعرا نہیں ہیں اس لیے ان کی تخلیقات فنی لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ کی نہ بھی ہوں لیکن فکری لحاظ سے بلند پایہ ہیں۔ جس طرح ۱۹۶۵ء کی جنگ نے ہر پاکستانی کو شاعر بنا دیا تھا، اسی طرح سانحۂ پشاور نے ہر ماں اور بہن کو شاعری کے ان دیکھے پہلوؤں سے روشناس کروادیا۔

پاکستان میں دہشت گردی کی لہر در حقیقت عالمی طاقتوں کے ایجنڈے کا حصہ تھی۔ جس طرح روس کا افغانستان کے راستے پاکستان کے گرم پانی کی بندرگاہ تک پہنچنا مقصد تھا اسی طرح امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کا مقصد بھی افغانستان کے راستے پاکستان کی سرزمین کا استعمال تھا۔ پاکستان کی سرزمین امریکہ افغان جنگ میں استعمال ہوتی رہی لیکن دوسری طرف پاکستان کی سرزمین پر قبضہ بھی عالمی قوتوں کے ایجنڈے میں شامل رہا ہے۔ تاہم حالات وواقعات، پاکستانی افواج اور عوام کے جذبۂ حب الوطنی کی وجہ سے پاکستان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ رہا۔ پاکستان نے افغان جنگ میں امریکہ کا ساتھ کیوں دیا تھا۔ اس بارے میں محمد عرفان طارق لکھتے ہیں: "پاکستان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا کہ ان آپریشنز پر کنٹرول قائم کیا جائے اور اس وار آن ٹیرر میں امریکہ کی حمایت کا اعلان کیا جائے اور ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ ہمیں ساتھ ملائیں.... یہ بلا تو ٹلنے والی نہیں تھی پھر اس میں نقصان یہ ہونا تھا کہ پاکستان کے پاس کوئی کنٹرول نہ رہتا" (۶) کیونکہ کنٹرول کی صورت میں پاکستان کسی بھی وقت نیٹو کی سپلائی بند کر سکتا تھا لیکن اس کنٹرول کے چکر اور امریکہ کی حمایت میں پاکستان نے ان طالبان سے دشمنی کر لی جن کے ساتھ مل کر دہائیوں سے افغان روس جنگ لڑتا آرہا تھا اور آنے والے ادوار میں اس کا سنگین خمیازہ بھگتنا پڑا جن میں ایک آرمی پبلک سکول پشاور کا دردانگیز سانحہ بھی شامل تھا جس نے پوری قوم کو غم سے نڈھال کر دیا۔

خوشی کا موقع ہو یا غم کی کوئی صورت، قومی وملّی نغمہ اردو ادب کی ایک ایسی صنف ہے جو قوم اور ملک وملت سے اظہار یکجہتی کے لیے سب سے کارآمد ہے۔ لٰہذا اس صنفِ ادب میں سانحۂ پشاور کے موضوع پر شعرا نے قطار در قطار ملی نغمے تخلیق کیے کہ ملی نغموں کی تخلیق میں ستمبر ۱۹۶۵ء کی روایت کا دہرایا جانا نظر آتا ہے۔ "رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو" کے عنوان سے شعری مجموعہ جو بشریٰ سعید نے مرتب کیا، سانحۂ پشاور کے موضوع سے وابستہ ہے اور اس میں ساٹھ ۶۰ کے قریب شعرا کے ملی نغمے شامل ہیں جو اس سانحہ کی رقت انگیزی کا پتہ دیتے ہیں۔ انجم سلیمی ملی نغمہ "۱۶ دسمبر کا پشاور" میں اس سانحہ کی منظر کشی اس طرح کرتے ہیں:

شہر محصور ہے
سب کے سب داخلی
خارجی راستے بند ہیں
زندگی اپنے ہی خون میں لت پت ہے
ان گنت زخموں سے چور
زندگی کے محافظ
مدد گار ہاتھوں میں
شمعیں اٹھائے ہوئے
تیرگی کے مقابل نکل آئے ہیں (۷)

امریکہ افغان جنگ میں پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔ پاکستان کے قبائلی علاقے جو پاکستان کے لیے ایک مضبوط دفاعی حدبندی کی حیثیت رکھتے تھے، دہشت گردی کا گڑھ بن گئے۔ یہاں تک کہ قبائلیوں کے جذبۂ حب الوطنی پر بھی سوال اٹھنے لگے۔ بقول محمد عرفان طارق: "پاکستان کے قبائلیوں کی پاکستان سے ہمدردیاں ایک سوالیہ نشان بن گئیں"(۸) لیکن یہ بھی درست ہے کہ تحریک پاکستان میں قبائلیوں نے قائد اعظم کے شانہ بشانہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور اب کی بار بھی قبائلیوں نے پاک فوج کے ہمراہ قبائلی علاقوں کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کے لیے پاک فوج کا ساتھ دیا کیونکہ قبائلیوں کے تعاون کے بغیر اس جنگ پر قابو پانا ناممکن تھا۔ سانحۂ پشاور سے پورا ملک لرز اٹھا اور دہشت گردوں کے مقاصد کو ناکام بنانے میں کیا قبائلی اور کیا غیر قبائلی، سارا ملک یک جاں ہو گیا اور شعرا نے ملی نغموں سے جان ڈالی اور خوف وہراس کے اس ماحول میں قوم میں ہمت وحوصلہ کی ایک نئی روح پھونک کر افواجِ پاکستان اور عوام النّاس کو دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے تیار کیا۔ اکرم باجوہ سانحۂ پشاور کے غم کو کسی ایک یا صرف متاثرہ لوگوں کا نہیں بلکہ پوری قوم کا غم قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظم "یہ ساری قوم کا غم ہے" سے اقتباس ہے:

گئے یوں الوداع کہہ کر کہ جیسے پھر نہ ملنا تھا
کہ تم تھے پھول جنت کے تمھیں جنت میں کھلنا تھا
وہاں کا پاک موسم ہے
یہ ساری قوم کا غم ہے (۹)

سانحۂ پشاور کے بعد پورے ملک میں دہشت اور خوف کی لہر پھوٹ پڑی۔ ایک طرف تو پورا ملک اس سانحے سے اشکبار تھاتو دوسری جانب دہشت گردی کی لہر نے دلوں میں ایسی بے چینی پیدا کر رکھی تھی کہ کربلا کا منظر معلوم ہو تا تھا۔ اس صورتحال میں قوم کا یک جاں رہنا بہت ضروری تھا اور دشمن کو پہچان کر اسے کیفرِ کردار تک پہنچانا لازم تھا۔ سید الطاف حسین بخاری اپنی نظم "میں اس لہو کا خراج لوں گا" میں دشمن کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہیں:

مجھے قسم ہے شہید پھولوں کے ایک اِک قطرہ لہو کی
جو اپنے لختِ جگر کو بے جان پا کے روئی
مجھے قسم ہے اس ماں کے آنسوؤں کی
کہ اب میں دھرتی کا سرخ آنچل
علم بناؤں گا لشکروں کا
جو گھر کو میرے جلایا تم نے
سو اب یہ آتش نہ بجھنے پائے
سارے قاتل جلیں گے اس میں
یزید، حرمل، شمر کے ساتھی
بنامِ دیں خون بہانے والے
اور ان کی ہمت بڑھانے والے (۱۰)

یہاں یہ سوال بھی جنم لیتاہے کہ دہشت گردی کیوں کی جاتی ہے۔ وہ کون سے عوامل ہیں جو دہشت گردی کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی "گمشدہ تاریخ" میں دہشت گردی کے تناظر میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تاریخ میں دہشت گردی کو طاقتوروں نے اپنے مقاصد کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا ہے تاکہ ان لوگوں کو اس سے دہشت زدہ رکھا جائے کہ جو ان کی مخالفت کرتے ہیں اور جو ناانصافی اور استحصال کے خلاف تحریکیں چلا کر نظام کو بدلنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔"(۱۱) دہشت گردی کی شکلیں وقت اور حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، کبھی یہ حکومتوں کی طرف سے عوام کے استحصال کی صورت میں سامنے آئیں اور کبھی عوام کی طرف سے حکومتی اقدامات کے ردعمل کے طور پر کی جانے والی انتہا پسندانہ کاروائیاں دہشت گردی کہلائیں۔ فرقہ وارانہ جماعتوں کے باہمی اختلافات بھی دہشت گردی کی وجہ بن گئے لیکن دورِ جدید میں مختلف ممالک اور حکومتیں اپنے دشمن ممالک اور حکومتوں کو کمزور کرنے کے لیے اسلحہ اور مدد فراہم کرتی ہیں اور مقامی لوگوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات مقامی لوگوں کے عقائد و نظریات اور جذباتی لگاؤ کو استعمال کیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں پیسوں کے عوض دہشت

گردی کے لیے عوام کے اندر سے آلہ کار ڈھونڈے جاتے ہیں۔ فی زمانہ پاکستان میں آخر الذّکر دہشت گردی کی دو اقسام متحرک نظر آتی ہیں جس کی بنا پر فوج جیسے چوکس، چاق و چوبند اور محافظ ادارے کے سکول پر یہ حملہ ممکن ہو سکا۔

اس عظیم سانحے پر معروف و غیر معروف تمام شعرانے قلم اُٹھایا اور دل کی غمگین وادی سے لہو سے بھرے شعر تخلیق کیے۔ ان شعرا کی تحریروں میں جوش وولولہ بھی ہے اور عزم و استقلال بھی۔ معروف شاعر امجد اسلام امجد اپنی نظم "اب اور نہیں ڈرنا" میں ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

اے اہل نظر، اے اہل وفا
اک بات ہمیشہ یاد رہے
یہ جتنے شقی ہیں ، قاتل ہیں
اندر سارے بزدل ہیں
اب ان سے اور نہیں ڈرنا
دہشت کی موت نہیں مرنا
اب ان سے اور نہیں ڈرنا[۱۲]

دہشت گردی کی وجہ سے پاکستان کے تمام علاقے متاثر ہوئے۔ خیبر سے کراچی تک کوئی گاؤں، کوئی شہر ایسا نہ تھا جسے دہشت گردی نے اپنی لپیٹ میں نہ لیا ہو۔ مساجد، چرچ، گوردوارے، مندر، تعلیمی ادارے غرض تمام سماجی اور معاشرتی مراکز دہشت گردی سے متاثر ہوئے۔ افواج پاکستان کے مراکز کو نشانہ بنانے کی کوششیں کی جاتی رہیں، پولیس اور سکیورٹی اہلکار شہید ہوتے رہے۔ خوف و دہشت کی فضا نے ہر پاکستانی کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا لیکن حیران کن طور پر پاکستانی عوام انتہائی بہادری اور دلیری سے اس خوف اور دہشت گردی کے سامنے سینہ تانے کھڑی رہی۔ تاریخ نے دیکھا کہ جن جگہوں سے ایک دن لاشیں اٹھائی جاتیں، لہو دھویا جاتا دوسرے روز اسی جگہ پر پاکستانی عوام اپنی معمولات زندگی میں مشغول نظر آتے۔ پاکستانی قوم کا حوصلہ حیران کن حد تک بلند رہا لیکن آرمی پبلک سکول کے سانحہ کا دکھ نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی دنیا میں بھی شدت سے محسوس کیا گیا کہ ہر باشعور ذی روح کی آنکھ اشکبار تھی۔ احمد رضا راجا اس سانحے پر لوگوں کے جذبات کی حقیقت ان الفاظ میں عیاں کرتے ہیں:

کوئی ظاہر کوئی نہاں رویا
ایسا غم تھا کہ اک جہاں رویا
اتنا گریہ ہوا زمیں کانپی

ہچکیاں لے کے آسماں رویا
جا تو پہنچا تھا وہ خلاؤں میں
بن کے بادل مگر دھواں رویا
اس کی فریاد میں ہے کتنا اثر
دیکھو آج اک بے زباں رویا
پھول مسلے گئے جہاں احمد
جا کے موسم ہر اک وہاں رویا (۱۳)

سانحۂ پشاور نے عوام النّاس کے دلوں میں ڈر اور خوف کی ایسی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ ہر ماں اپنے بچے کو سکول بھیجتے ہوئے غیر محفوظ سمجھنے لگی۔ یعنی نااُمیدی کی ایک فضا نے جنم لینا شروع کر دیا جس کا شعرا و ادبا نے بھرپور اظہار کیا۔ شاعری میں ان خیالات کی ترجمان ڈاکٹر ناہید قمر کی نظم ''شہید بچوں کے لیے'' سے اقتباس ہے:

مگر تم اب بھی
پتھروں میں پھول کھلانے کی امید رکھتے ہو
نہیں دیکھ پاتے
کہ تمہارے بعد
ہماری نظموں کی آنکھیں
آنسوؤں سے بھر گئی ہیں
اور خواب، زندگی کی طرح
ہماری انگلیوں کے بیچ سے بہہ چکے ہیں (۱۴)

سانحۂ پشاور پر جتنی نظمیں لکھی گئیں ان سب میں جہاں ان بچوں کے والدین اور قوم سے بچھڑنے کا نوحہ ہے وہیں آنے والے دور کی امید کی کرن بھی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اتنی تباہی اور بربادی کے بعد بھی پاکستانی قوم مایوس نہیں ہوئی کیونکہ آنے والے اچھے دنوں کی امید ہی درحقیقت روشن مستقبل کی ضامن ہے۔ آرمی پبلک سکول کے سانحہ کے بعد وہی ہال ایک بار پھر بچوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ وہی بچے، وہی استاد، اور وہی عمارت آج بھی تدریس میں مشغول ہیں۔ احسان الٰہی نے ''سانحہ پشاور کے شہیدوں کے نام'' میں شہداء کو سلام پیش کیا ہے۔

نڈھال غم سے یہ مائیں سلام کہتی ہیں
یہ اشک اشک ہوائیں سلام کہتی ہیں

سمیٹ کر سبھی خوشبوئیں زمانے کی
چمن چمن کی فضائیں سلام کہتی ہیں
ہر اک دل کی دھڑکن تمہاری خاطر ہے
ہر اک نفس کی دعائیں سلام کہتی ہیں
تمہارے جیسی ہی خلقت ہے جس کی الفت کو
عظیم رب کی عطائیں سلام کہتی ہیں (۱۵)

دہشت گرد جن کو دشمنانِ اسلام و پاکستان اِسی خطے سے آلۂ کار بناتے وہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اوران قوتوں کو بہتان باندھنے کا موقع فراہم کرتے جن کو اسلام سے خدا واسطے کا بیر تھا حالانکہ اسلام تو دوران جنگ بچوں اور عورتوں یہاں تک کہ درختوں اور فصلوں کو بھی نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں نے پر امن بچوں پر گولیاں چلائیں۔ جبکہ دہشت گردی کے بارے میں جاننے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس طرح کے حملے کرنے والوں کا کسی بھی مذہب سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان کا اپنے مخالفین جیسا حلیہ بنالینا عام سی بات سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے کھیل کے پیچھے بین الاقوامی سطح پر فرماں روائی حاصل کرنے والی قوتیں کار فرما ہوتی ہیں۔

پاکستان اسلامی دنیا کی سب سے بڑی فوجی اور جوہری اسلحہ رکھنے والی ریاست ہے جس کے کھیت ہرے بھرے ہیں اور ملکی خوراک پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں جبکہ معدنیات اور گیس کے ذخائر سے مالا مال یہ ملک جغرافیائی اعتبار سے بھی انفرادی اہمیت کا حامل ہے اور محل وقوع کے اعتبار سے اس کی اہمیت مسلّم ہے نیز ہمسایہ ملک چین سے اس کے بہترین سیاسی تعلقات ہیں لہٰذا یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والی طاقتوں کو یہ مملکت خداداد میں امن اور خوشحالی کسی صورت ہضم نہیں ہو رہی اور وہ ملکِ پاکستان میں سیاسی و فوجی عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے آئے روز سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ طاقتیں مقامی یا عالمی جرائم پیشہ افراد کو کسی صورت منظم کر کے ان کو اپنا آلۂ کار بناتی رہتی ہیں۔ پاکستان کے اندر رونما ہونے والی دہشت گردانہ کاروائیوں کے پیچھے ایسے آلہ کار عناصر کی کارفرمائیاں موجود تھیں جو اسلام کا نام استعمال کر کے مسلمانوں کے ہی گلے کاٹ رہے تھے۔ بقول شاعرہ:

بغض رکھتا ہے میری دھرتی سے
خود ہی ٹکڑوں میں بٹ کے مرتا ہے
مجھ سے ڈرتا ہے چھپ کے آتا ہے

میرے بچوں پہ وار کرتا ہے [16]

اس المناک سانحہ کے بعد دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ملک کے بیشتر حصوں میں ضرب عضب کے نام سے آپریشن شروع کیا گیا۔ محمد عرفان طارق کے مطابق "آرمی پبلک سکول میں دہشت گردی کے واقعہ کی ایف آئی آر میں گڈ اور بیڈ طالبان کی تمیز ختم کرتے ہوئے طالبان اور دیگر جہادیوں کے تمام سرکردہ لیڈروں کے خلاف مقدمات درج کئے گئے۔" [17] اور ان معصوم کلیوں کو مسلنے والوں کے خلاف کاروائی کو وسیع کر کے قانون کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا گیا۔

سانحۂ پشاور کے پس منظر میں ملی نغموں کے حوالے سے "ماہنامہ ہلال" کی خدمات کا اعتراف کرنا لازم ہے کیونکہ اس سے وابستہ شعرانے رقت انگیز ملی نغمے تخلیق کر کے پوری قوم میں احساسِ بیداری پیدا کیا۔ ان نغموں کو پڑھنے یا سننے والوں پر سحر انگیز اثر پڑتا ہے اور اہل درد کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ ان نغمات میں سب سے مقبول نغمے "بڑا دشمن بنا پھرتا ہے جو بچوں سے لڑتا ہے" اور "مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے" اپنے جذباتی جملوں اور پس منظر کی وجہ سے فوج اور عوام میں زبردست مقبول ہوئے۔

پتہ کیا پوچھتا ہے وہ کتابوں میں ملوں گا میں
کئے ماں سے ہیں جو میں نے کہ وعدوں میں ملوں گا میں
میں آنے والا کل ہوں وہ مجھے کیوں آج مارے گا
یہ اس کا وہم ہوگا کہ وہ ایسے خواب مارے گا
تمہارا خون ہوں نا، اس لیے اچھا لڑا ہوں میں
بتا آیا ہوں دشمن کو کہ اس سے تو بڑا ہوں میں
میں ایسی قوم سے ہوں جس کے وہ بچوں سے ڈرتا ہے
بڑا دشمن بنا پھرتا ہے جو بچوں سے لڑتا ہے [18]

ملک و قوم کے لیے محافظینِ وطن کا جانیں قربان کرنے کی روایت تو قدیم ہو چکی ہے لیکن اب کی بار آرمی پبلک سکول کے بچوں نے اک نئی روایت ڈالی یعنی ملک و قوم کی حفاظت کا کفارہ مجاہدین وطن کے ساتھ ان کے بچوں کے لہو نے بھی چکا دیا۔ سید ایاز مفتی المعروف ابنِ مفتی لکھتے ہیں:

"پاکستان کے سرحدوں کے محافظین کے بچوں نے بھی اس دن اپنی جانیں قربان کر کے گویا ایک درس دیا ہے کہ ہم کسی سے کم نہیں اور یہ کہ "اقراء" جیسے مقدس مشن جو حضور ﷺ کو سونپا گیا تھا اور جس کے ہم امین ہیں ہم اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی

زیادہ کریں گے اور ان بچوں نے دینِ ابراہیمی کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے جہاں ہر بچے نے حضرت اسماعیلؑ کے دورِ طفلی کی قربانی کو عملی شکل میں اپنے خون سے پیش کر کے اُمتِ مسلمہ کو یہ پیغام دیا کہ ہم فرزندانِ توحید اپنے وطن، اپنی سر زمین کے لیے، اپنے دین کے لیے، اقراء (علم) اور علمی درسگاہوں کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ کسی شاعر نے ارضِ وطن کو دین کی ہجرتِ ثانی کا مدینہ قرار دیا تھا اس موقع پر اگر میں یہ کہوں پشاور کا المناک واقعہ بھی کربلائے ثانی کا برپا ہونا تھا۔ "(۱۹)

سانحۂ پشاور کے پس منظر میں طویل عرصہ سے عسکری اور غیر عسکری قلم کاروں کی طرف سے طبع آزمائی کی جاری ہے اور یہ منظوم و نثری تحریریں مختلف رسائل و جرائد میں چھپتی رہتی ہیں۔ سانحۂ پشاور کے حوالے سے تخلیق ہونے والے ملی نغمات جہاں رنج و الم کی داستاں لیے ہوئے ہیں، وہیں ملی نغموں کی روایت میں ایک گراں قدر اضافہ بھی ہیں۔ اِس روایت میں شدت ستمبر ۱۹۶۵ء سے ایک طویل عرصے بعد سانحۂ پشاور کے موقع پر دیکھنے کو ملتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عاصم، محمد نواز، قومی سانحات اور اصل حقائق، مترجم محمد ارشد ملک، روزنامہ سائبان اسپیشل، کراچی، ۲۰۱۷ء ص ۱۷۴
۲۔ مرتضیٰ انجم، جنگی معرکے، خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۹۵
۳۔ قاسم یعقوب، اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۲۲۴
۴۔ عاصم، محمد نواز، قومی سانحات اور اصل حقائق، مترجم محمد ارشد ملک۔ ص ۱۴۴
۵۔ عطیہ خالد، مشمولہ، ہلال (ماہنامہ)، جلد ۵۱، شمارہ ۸، راولپنڈی، فروری ۲۰۱۵ء، ص ۵۷
۶۔ محمد عرفان طارق، امن کی تلاش.... ضرب عضب تک، ایم ٹی ایم پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ٦٦
۷۔ انجم سلیمی۔ مشمولہ، رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو۔ مرتبہ؛ بشریٰ سعید، فیصل آباد: شمع بکس، ۲۰۱٦ء، ص ۲۳
۸۔ محمد عرفان طارق۔ امن کی تلاش.... ضرب عضب تک، ص ٦۴
۹۔ اکرم باجوہ، تکبیر کا رنگ للکار ہوا، نظمینہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱٦ء، ص ۱۰۷
۱۰۔ الطاف حسین بخاری، سید، مشمولہ، رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو، مرتبہ بشریٰ سعید، ص ۴۷
۱۱۔ مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹

۱۲۔ امجد، امجد اسلام، مشمولہ، ہلال (ماہنامہ)، جلد ۵۱، شمارہ ۹، راولپنڈی، مارچ ۲۰۱۵ء، ص ۱۲

۱۳۔ احمد رضا، راجا، مشمولہ، رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو، مرتبہ، بشریٰ سعید، ص ۲۶

۱۴۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، زندگی کے حاشیے پر، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۷

۱۵۔ احسان الٰہی، مشمولہ، رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو، مرتبہ بشریٰ سعید، ص ۱۵۳

۱۶۔ فرزانہ ناز، ہجرت مجھ سے لپٹ گئی ہے، پیپر کمیونیکیشن سسٹم، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء، ص ۶۴

۱۷۔ محمد عرفان طارق، امن کی تلاش.... ضرب عضب تک، ص ۱۳۳

۱۸۔ عمران رضا، میجر، مشمولہ، ہلال (ماہنامہ)، جلد ۵۱، شمارہ ۷، راولپنڈی، جنوری ۲۰۱۵ء، ص ۴

۱۹۔ ایاز مفتی، سید، مشمولہ، رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو، مرتبہ بشریٰ سعید، ص ۱۸

References in Roman Script

1. Asim, Muhammad Nawaz. Qaumi Sanehaat Aur Asal Haqayiq Mutarjuma, Mohammad Arshad Malik, Roznama Saibaan special, Karachi, 2017, Page 174
2. Murtaza Anjum, Jungi Markay, Khazina Ilm o Adab, Lahore, 2004, Page 295
3. Qasim Yaqoob, Urdu Shairi Par Jangoo ke Asraat, City book point, Karachi, 2015, Page 224
4. Asim, Muhammad Nawaz, Qaumi Sanehaat Aur Asal Haqayiq Mutarjuma, Mohammad Arshad Malik, Page 144
5. Atiyah Khalid, Mashmoola Hilal (mahnama), Jild 51, Shumara 8, Rawalpindi, February 2015, Page 57
6. Muhammad Irfan Tariq, Aman ki Talaash…..Zarb e Azab Tak, M.T.M Publications, Islamabad, 2015. Page 66
7. Anjum Saleemi, Mashmoola, Rang Laaye ga Shaheedo ka Lahoo, Muratba Bushra Saeed, Shama box, Faisalabad, 2016, Page 23
8. Muhammad Irfan Tariq, Aman ki Talaash…..Zarb e Azab Tak, Page 64
9. Akram Bajwa, Takbeer ka Rang Lalkaar Huwa, Nazmina Publications, Lahore, 2016, Page 107
10. Altaf Hussain Bukhari, Syed, Mashmoola, Rang Laaye ga Shaheedo ka Lahoo, Muratba Bushra Saeed, page 73
11. Mubarak Ali, Dr. Gumshuda Tareekh, Fiction House, Lahore, 2005, Page 39
12. Amjad Islam Amjad, Mashmoola Hilal (Mahnama), Jild 51, Shumara 9, Rawalpindi, March 2015, Page 12

13. Ahmed Raza Raja, Mashmoola Rang Laaye ga Shaheedo ka Lahoo, Muratba Bushra Saeed, page 26
14. Naheed Qamar, Dr, Zindagi ke Hashiye Par, Porab Academy, Islamabad, 2016, Page 127
15. Ehsan Ilahi, Mashmoola Rang Laaye ga Shaheedo ka Lahoo, Muratba Bushra Saeed, page 153
16. Farzana Naz, Hijrat Mujh Se Lapat Gayi Hai, paper communication system, Islamabad, 2017, Page 64
17. Muhammad Irfan Tariq, Aman ki Talaash…..Zarb e Azab Tak, Page 133
18. Imran Raza, Major. Mashmoola Hilal (mahnama), Jild 51, Shumara 7, Rawalpindi, January 2015, Page 4
19. Ayaz Mufti, Syed, Mashmoola Rang Laaye ga Shaheedo ka Lahoo, Muratba Bushra Saeed, Page 18